پنجاب استحصال زدہ انسانوں کی تاریخ سے معمور ہے

کاروانِ ادب مانچسٹر کے روح رواں معروف شاعر اور ناول نگار صابر رضا سے مکالمہ

صابر رضا نئی نسل کے نمائندہ شاعر اور ادیب ہیں ان کا ایک پنجابی ناول 'دور دراڈے' ادبی حلقوں میں بیحد مقبول ہوا۔ پچھلے کئی سالوں سے مانچسٹر میں مقیم ہیں اور وہاں ادبی تنظیم کاروان ادب انٹرنیشنل کے زیر اہتمام زبان و ادب کی خدمات میں مصروف ہیں اب تک کئی یادگار سیمینار کانفرنسیں اور مشاعرے منعقد کروا چکے ہیں۔ ان کا بنیادی تعلق فیصل آباد سے ہے۔ ترقی پسند نظریئے سے وابستہ صابر رضا اپنی گفتگو اور شاعری میں بھی ایک منفرد اسلوب کے شاعر اور ادیب دیکھے جاسکتے ہیں گذشتہ دنوں ان سے قطر میں عالمی مشاعرے کو دوران تفصیلی ملاقات ہوئی۔ وہ چندروز کیلئے لاہور، فیصل آباد اور اسلام آباد تشریف لائے ان سے ہونے والی گفتگو قارئین کی نذر ہے:

س: مزدور کے استحصال سے لے کر امریکہ کے عالمی استحصال تک آپ کی نظریاتی شاعری کے بدلتے ہوئے رنگوں کے پیچھے ظلم کے خلاف جو ایک جنگ کی بنیاد موجود ہے، کہاں سے ملی؟

ج: میرا تعلق برصغیر کے اس زرخیز اور مردم خیز خطے سے ہے، جس کا نام پنجاب ہے دنیا میں یہ بات تاریخی طور پر ثابت کی جاسکتی ہے کہ تہذیبوں، رویوں، ثقافتوں اور زبانوں کا سب سے بڑا ٹکراؤ یہیں ہوا ہے جہاں ایک ہزار سے زیادہ نسلیں اکٹھی ہوں گی وہاں پر مزاحمت بھی ہوگی جنگ بھی ہوگی اور جاندار اور طاقتور قدریں کامیاب بھی ہوں گی اس طرح اس دھرتی میں مذہبی ٹکراؤ بھی ہوئے، ایران سے آئے ہوئے آریائی قبائل کے مذاہب کا ٹکراؤ بھی یہیں ہوا۔ پنجاب میں بابا فرید شکر گنج پختہ شاعری کے بانی ہیں لیکن بابا جی سے ایک صدی پہلے مسعود سعد لاہور پنجابی (ہندوی) کے پہلے صاحب دیوان شاعر ہوئے ہیں ٹلہ جوگیاں ضلع جہلم کے جوگیوں کی شاعری بھی پہلے سے موجود تھی اس کا حوالہ سویت یونین کے مشہور سکالر ایگرومتری یاقوف اپنی کتاب پنجابی لٹریچر میں تحریر کرتے ہیں "بابا فرید کے بعد بلھے شاہ، سلطان باہو نے اورنگ زیب عالمگیر کی قادری درویشوں کے خلاف دارلشکوہ کی وجہ سے مخالفت میں جاگیر دار شاہی سے نفرت کا مرکز بنی کیونکہ اسلام کے نام پر ضیاء الحقی اس دور میں بھی آئی جس کا ردعمل بلھے شاہ، میاں محمد بخش بظاہر پنجابی ادب کے مختلف رویے محسوس ہوتے ہیں لیکن یہ ایک ہی سمندر کی لہریں ہیں جو مدو...... سے نہیں اٹھتیں بلکہ مدو جزر ان کی پیداوار ہے جو مدوجزر اس وقت کے کسان 'استحصال زدہ انسان دور جاگیرداری میں بسنے والے ان لوگوں کے دکھوں کی عظیم داستان ہے جسے تاریخ فراموش نہیں کرسکتی بس ظاہر ہوا کہ میرا خطہ، میری مٹی، میرا اصل، میری بنیاد استحصال اور استحصال زدہ انسانوں کی تاریخ سے معمور ہے اور یہی میری وراثت ہے اور یہی میری بنیاد ہے۔

س: سیاسی نظریات سے ابھرنے والی شاعری کو زندہ جاوید بنانا مشکل کام ہے آپ نے یہ کام کہاں سے سیکھا؟

ج: جیسا کہ میں پہلے سوال کے جواب میں حضرت مسعود شکر گنجؒ کا ذکر کیا انہوں نے پنجابی میں شاعری کی شاید لوگوں سے اور زمین سے جوڑنے کیلئے یہ بہت ضروری تھا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے سوسائٹی کی محض تصویر کشی ہی نہیں کی بلکہ تنقید بھی کی اور معاشرے کو بدلنے کی نئی تجویزیں بھی پیش کیں وہ بہر حال اپنے عہد وفا کے پابند تھے اور دنیا سے کارج ان کا ایک جدلیاتی رشتہ تھا اپنے بیانات میں وہ جس کڑے سچ پر پہنچے کہ لکھنے والا خاموش یا لاتعلق نہیں رہ سکتا انہوں نے کہا 'گلیوں میں کیچڑ بھرا پڑا ہے اوراس کا گھر دور ہے' اس سے محبت کا ایک رشتہ بھی ہے، چلوں تو کملی لت پت ہو جائے گی رکوں تو تعلق ٹوٹ جائے گا تذبذب کی یہ کیفیت کے بہت عارضی ہیں لکھنے والے کو بہر حال فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ سوسائٹی کو اپنی خاموشی پیش کرے یا اپنی کتابیں یہ تیرھویں صدی کا پنجاب تھا منگول حملوں سے لہولہان اور برباد۔ انہوں نے خاموشی کی بجائے کمٹ منٹس کا اعلان کیا کہ کملی بھیگتی ہے تو بھیگ جائے مینہ برستا ہے تو برس لے مجھے تو ہر حال اپنے محبوب سے ملنا ہے محبت سے تعلق تو توڑا نہیں جاسکتا۔ 20ویں صدی کے ایک اور ادیب کے لفظوں میں انہوں نے کہا کہ اگر لکھنے والا ایک بار سختیوں اور دباؤ کو جھیل گیا تو وہ اس سے نکل کر کسی ایسی صورتحال کو قبول نہیں کرسکتا ہے کہ ایک بے دخل کسان اور ایک حقوق سے محروم مزدور کو اس کی زندگی میں جسے حکام ایک معقول زندگی کا نام دیتے ہیں رہنے دیا جائے اگر یہ صورتحال کسی سیاسی نظریہ کی پیداوار ہے تو یہ سیاسی نظریہ روز اوّل سے لے کر روز آخر تک مختلف رنگوں اور شکلوں میں آتا جاتا رہے گا اور تاریخ گواہ ہے کہ ایسی شاعری زندہ رہی ہے زندہ اور زندہ رہے گی۔

س: ہجرت کا موضوع اردو ادب میں ہجرت مدینہ سے شروع ہوتا ہے ہجرت کے حوالے سے آپ نے شاعری کی ہے آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ہجرت نے آپ کو کیا دیا اور یورپ کی زندگی آپ کی شاعری پر کیا اثر انداز ہوئی؟

ج: ہجرت کا موضوع ایک ایسا آفاقی موضوع ہے جو کہ آدم کی پیدائش سے ہی شروع ہو جاتا ہے ہجرت مدینہ ان تمام ہجرتوں کی مکمل اور افضل ترین مثال ہے لیکن اس کے بعد ہم مادری نظام کی باقیات اور زندگی معاشرے کی نجی ملکیت پر مبنی طبقاتی زندگی یعنی ساتھ ساتھ چلتی ہوئی غربت اور خوشحالی، پنجابی معاشرے کی وہ تمام تفصیلات جنہیں ہمارے لئے بدقسمتی سے اس عہد کے مؤرخ نے قلم بند نہیں کیا یہ عہد وطن سے بے وطن ہونے والوں کا دور بھی تھا اور لوک کہانیوں کو دور بھی تھا جس میں پردیس ایک عالم علامت بن کر ابھرا ان کہانیوں کے کردار پردیسی اور غریب الوطن ہیں وہ بھٹکتے پھرتے ہیں اور منزل مدا کیلئے جدوجہد کرتے دکھائی دیتے ہیں رانجھا، مرزا، پنوں، مہینوال سب وطن سے بے وطن ہوئے ہیر کی کہانی میں دریا کے اس پار ماں باپ سماجی رویوں کا راج قاضی اور کیدو کی حکومت دریا کے اس پار من کی مرضی انکار اور بغاوت یہی جدلیاتی عمل سوہنی مہینوال کی داستان میں ہے رات سوہنی کو دریا کی طرف اور دن سمجھوتے کی طرف یہی عمل سسی پنوں کی داستان میں ہے کہ سسی کے شہر بھنبھور اور پنوں کے شہر کیچ کے درمیان صحرا ہے اس داستان میں صحرا اور دریا کی جگہ لے لیتا ہے ایک مثال دلا بھٹی کی بھی ہے وہ پنجاب میں پیدا ہوا بڑا ہوا لیکن اس نے زندگی کا ایک راستہ چنا جس نے اسے کہیں بھی ٹک کر نہ بیٹھنے نہ دیا اس نے دیکھا کہ کسان کو کھٹی لسی کا ایک پیالہ اور سوکھی روٹی تک نصیب نہیں ہوتی گاؤں کے کچھ مٹی کے گھر تو گوارہ کئے جاسکتے ہیں لیکن مصیبت یہ تھی کہ بھوک کی خوشبو، سوندھی مٹی جیسی خوشبو نہیں تھی دلا بھٹی کی غریب الوطنی اس کی بغاوت ہے اور یہ بغاوت بغیر ہجرت ایک ایسا زبردست استعارہ ہے جس نے طبقاتی سماج کے غیر منصفانہ ڈھانچے پر کاری ضرب لگائی ہے اور ہجرت مدینہ کا یہ آفاقی درس ہمیشہ تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا جائے گا اور ہمیں طبقاتی سماج کے خلاف جدوجہد پر آمدہ کرتا رہے گا۔ یورپ میں اردو یا پنجابی شاعری بھی ایک جدلیاتی فیز سے گزرے گی کیونکہ کسی بھی معاشرے کی تکالیف یا آسائش غرض معاشرے کی تمات تر جملہ خرابیوں کی نشاندہی کرنے کی اہلیت رکھتی ہو تو وہ شاعری عوامی سطح پر مقبول ہوتی ہے۔ یورپ میں ابھی اُردو شاعری کا آغاز ہے مجھے پورا یقین ہے یورپ میں اُردو پنجابی شاعری جو اپنی حیثیت میں انتہائی اعلیٰ وارفع درجے کی شاعری ہے ضرور اپنا مقام تعین کرے گی ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ اردو پنجابی شاعری کا رشتہ یورپ کی زمین سے کب جڑتا ہے۔

س: آج کی شاعری غزل کے جدید لہجے کی شاعری ہے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جدیدیت کا یہ رجحان نظریاتی شاعری سے تضاد رکھتا ہے جدیدیت کی تحریک کے متعلق لوگ ہر طرح کے نظریہ کی نفی

کرتے ہیں کیوں؟

ج: جدیدیت وسط ایشیاء میں پیدا ہونے والی ایک ایسی ادبی تحریک کا نام ہے جس کی بنیاد ہی نظریاتی اساس تھی جدیدیت کے فرق کو سمجھنا اشد ضروری ہے بسا اوقات لوگ مابعد جدیدیت کو جدیدیت سمجھ لیتے ہیں حالانکہ ایسا ہرگز نہیں مابعد جدیدیت واقعی ایک رجعت پسندانہ تھیوری ہے اور اس کا ترقی پسند تحریک سے ہرگز کوئی تعلق نہیں میرے خیال میں ماضی سے سبق سیکھ کر آگے بڑھنا ہی ترقی پسندانہ قدم ہے تاکہ ماضی کو خواب غلط سمجھ کر بھول جانا کسی قسم کے عقل مند ہیں۔

س: برطانیہ اور یورپ میں ادب اس طرح نہیں پنپ سکا جس طرح پنپنا چاہیئے تھا کہ کوئی بھی بڑا شاعر سامنے نہیں آیا حالانکہ ایک نئی دنیا، نئی سرزمین اور نئی تہذیب میں ہونے والی شاعری اس بات کی متقاضی تھی کہ وہ کسی بڑے شاعر کو یا منفرد شاعر کو سامنے لاتی؟

ج: برطانیہ یا یورپ میں اردو یا پنجابی ادب کی تاریخ تیس یا پینتیس برس سے زیادہ نہیں اور نہ ہی یورپ کی معاشرت یا اردو یا پنجابی ادب میں ہم آہنگی اس حد تک موجود نہیں کہ وہ نئی سرزمین، نئی معاشرت اور نئے خیالات کا احاطہ کر سکتے خیال آرائی یا تنقید تو بجا طور پر ہوسکتی ہے لیکن خالص شاعر کیلئے کسی بھی زمین اور معاشرت سے ہم آہنگی نہایت ضروری چیز ہے اگر کوئی طرم خان یہ سمجھتا ہے کہ 35 برس میں نا صرف یورپ میں شاعری پنپ جائے اور عظیم ترین شاعر پیدا ہو جائیں تو اس کی دو ہی صورتیں ہیں ایک تو معجزہ رونما ہو جائے اور دوسرا شیخ چلی کا خواب سمجھا جائے ایسی باتوں پر دھیان نہ دیا جائے بسا اوقات شاعری جیسی عظیم صنف میں 35 برس کے اندر چند لازوال عظیم شعراء پیدا ہو جائیں تو بڑی بات ہے رہا بڑے شاعر یا چھوٹے شاعر ہونے کا فیصلہ تاریخ مناسب وقت پر ضرور کرے گی۔

س: پنجابی زبان کے حوالے سے نثری ادب میں ایک مسئلہ ہے کہ ہم اسے روانی کے ساتھ پڑھ نہیں سکتے جس طرح اُردو پڑھ لیتے ہیں؟

ج: میرے خیال میں یہ بات بھی قصہ پارینہ ہو چکی ہے Translitration جیسی ٹیکنالوجی کی موجودگی میں کسی ایک زبان کو دوسری زبان میں آسانی سے منتقل کیا جا سکتا ہے آنے والے دور میں بہت کم زبانیں ایسی رہ جائیں گی جس کے ساتھ لفظ ناموس استعمال کیا جا سکے گا۔

س: کاروانِ ادب، ترقی پسند تحریک، استحصال کے خلاف جدوجہد اور خالص شاعر و نثر کے درمیان ایک رشتہ اگر ہے تو واضح کیجئے؟

ج: میرے نزدیک انجمن ترقی پسند تحریک مصنفین لکھنؤ سے لے کر مختلف اوقات میں مختلف ترقی پسند تحریکات اور مختلف تنظیمیں وجود میں آتی رہیں اور مجموعی حیثیت سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کے درمیان اتفاق اور اتحاد کی ایک بنیاد ضرور قائم رہی ترقی پسند یا ترقی پسندی بعض اوقات ایسے وقت میں بھی وجود عمل میں آئی جب عوامی تحریکوں کا سلسلہ زور وشور سے بلند ہوا اور ایسے اوقات میں ترقی پسند تحریکوں نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں نسوچ کی گہرائی افکار کی بلندی احساسات کی شدت کے ساتھ ساتھ انسانی معاشرت اور ذہنی ارتقاء کیلئے آگے بڑھنے کیلئے تلقین اور جدوجہد صرف ترقی پسند تنظیموں کا ہی خاصہ ہے...... پیٹنے والوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ غبارِ کارواں ہرگز کارواں نہیں ہوسکتا چنانچہ صدیوں سے انسانی استحصال پر مبنی جس تحریک کو بدلنے کیلئے منفی اور جراتمندانہ اقدامات کئے گئے تو یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ انسانی عظمت کی رکھوالی اور انسانی حقوق کے تحفظ کیلئے جن لوگوں نے اپنی جانیں اپنی اولاد اپنا وطن سب کچھ قربان کیا ان کو ترقی پسند کے علاوہ کوئی نام نہیں دیا جا سکتا ترقی پسندوں کے نقش قدم پر چلنا کاروانِ ادب کا بنیادی اصول ہے کاروان ادب برائے ادب کا قائل نہیں، ادب برائے تعمیر اور فلاح و ترقی انسانی کا قائل ہے ترقی ہمیشہ پیچھے جانے سے نہیں ہوسکتی آگے بڑھنے سے ہی ممکن ہے ماضی کے دھندلکوں سے سبق حاصل کرنا تو احسن ہے مگر ماضی کے اندر ڈوب جانا صرف اور صرف خودکشی ہے کہ سامراجی عزائم اور طاغوتی طاقتوں سے ٹکرانے اور انتہائی لگن و محنت کے ساتھ کام کرنے کے درمیان یہ بھول جاتے ہیں کہ سامراجی گماشتے اور لالچ کے ہاتھوں ستائے ہوئے منافق تعلیم یافتہ طاقت کے زعم سے مرغوب ہونے والے فنکار بھی شامل ہیں اور ان میں (افسانہ نگار، شاعر اور مضمون نگار) وغیرہ اکثر ترقی پسند جماعتوں میں بھیس بدل کر داخل ہو جاتے ہیں اور ترقی پسند جماعتوں کو نقصان پہنچاتے ہیں یہی المیہ ترقی پسند جماعتوں کا بھی ہے لیکن آج کے تجربات نے ہمیں سکھا دیا ہے کہ ان لوگوں سے ہوشیار رہا جائے چنانچہ امید ہے کہ یہ آئندہ اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔